''روایت کا تعلق محض باطن ہی سے نہیں ظاہر سے بھی ہے۔ دراصل روایت کی اصل ایک حقیقت واحدہ ہے جو ''التوحید واحد'' ہے۔ اس اصول کا ظہور زمانی سطح پر ایک تسلسل کو جنم دیتا ہے، مگر یہ تسلسل اپنے بنیادی اوضاع اور اصول حرکت کے ساتھ اس ماورائی اصول توحید سے متعین ہوتا ہے جس کا تعلق وحی اور رسالت کے ذریعے مابعد الطبیعیاتی نظام سے قائم ہوجاتا ہے۔ مذہب قانون، اخلاق، معاشرت، علوم وفنون، سائنس و ٹیکنالوجی کے سارے اصول اس مابعد الطبیعیاتی نظام سے اخذ کیے جاتے ہیں اور اسی کے تابع ہوتے ہیں۔ اس نظام کی بنیاد معاد میں کامیابی کی جستجو ہے یہی اصل جستجو، مقصد اور ہدف ہے لہٰذا تمام علوم وفنون اس جستجو کو ممکن بنانے کے لیے کارفرما رہتے ہیں لہٰذا زندگی کا محور ومقصد صرف اللہ کی عبادت کے سوا کچھ نہیں رہ جاتا۔ جو علم فن اس مقصد اصل کی راہ میں رکاوٹ بن جائے اسے فنا کرنا ضروری ہوجاتا ہے جس طرح غزالیؒ نے یونانی فلسفے کو عبرتناک شکست دی۔ زندگی کے مختلف شعبوں میں یہ روح مختلف صورتوں میں کام کرتی ہے جنھیں ذیلی روایات سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ تمام ذیلی روایات بھی اس مرکزی اور بنیادی روایت سے نکلتی ہیں جو آفاقی ہے۔ ایک ہے اور زمانے کی تبدیلیوں میں اپنے تسلسل کو قائم رکھتے ہوئے ایک زمانے سے دوسرے زمانے میں منتقل ہوتی رہتی ہے۔ روایت کے اس تصور کا اظہار خدا انسان اور کائنات کے تین بنیادی رشتوں میں ہوتا ہے۔ یہ سب رشتے ایک دوسرے سے الگ الگ نہیں ہوتے بلکہ ایک دوسرے سے مل کر ایک ہم آہنگ کل بناتے ہیں، چنانچہ اس تصور میں نہ تو روح اور مادے کی دوئی ہے نہ شریعت وطریقت الگ ہیں کیونکہ یہ ایک ہی حقیقت کے ظاہر اور باطن کی حیثیت رکھتے ہیں کیونکہ ظاہر نہیں تو باطن نہیں اور باطن نہیں تو ظاہر بھی نہیں۔'' روح و مادہ ایک ہی حقیقت کے دو پہلو ہیں لہٰذا روایت کے اس تصور میں حواس ظاہری سے لے کر حواس باطنی تک اور عقلی طریقہ کار سے لے کر عقلی وجدان یا چشم باطن تک سب کے سب اپنی اپنی جگہ اور اپنے اپنے دائرے میں حقیقت مطلق کو جاننے کے حتمی ذرائع تصور نہیں کیے جاتے۔ حقیقت کو جاننے کا واحد ذریعہ علم، حواس، حسی، عقلی عملی تجربہ نہیں بلکہ حقیقت کو جاننے کا واحد ذریعہ ایمان ہے جس کے بغیر حقیقت کلی کا ادراک نہیں ہوسکتا۔

امام غزالیؒ نے یہ راز بے نقاب کیا کہ حقیقت کلی کو صرف محسوسات، تجربات اور علم کی بنیاد پر نہیں جانا جاسکتا۔ عقلیت کے ذریعے حقیقت مطلق تک رسائی ممکن نہیں۔ البتہ معرفت اور تصوف کے ذریعے حقیقت مطلق کو پہچانا جاسکتا ہے۔ اس لیے عقل کا مقام دل ہے، عقل قلبی کے ذریعے ہی حقیقت مطلق تک رسائی ممکن ہے۔ یہ رسائی وحی اور رسالت مآب کے وسیلے کے بغیر نہیں مل سکتی۔ عاقل وہی ہے جو اپنے آپ کو قرآن وسنت کے تابع کر دے یہی ذرائع حصول علم کے مستند ومعتبر ذرائع ہیں، اسی لیے انبیاء معصوم ہوتے ہیں، عقل کا مقام دل اس لیے ہے کہ دل سے محبت کا چشمہ پھوٹتا ہے۔ عقل سے تجزیے، تجربے شکوک، شبہات، تحلیل، تشکیک، تردد، تامل کا سیل

رواں نکلتا ہے۔ محبت اطاعت پر آمادہ کرتی ہے جس سے محبت ہوتی ہے اسے خوش کرنے، راضی رکھنے کی کوشش بھی ضرور ہوتی ہے لہٰذا روایت میں اطاعت، محبت، کو عقلیت پر برتری حاصل ہے۔ غزالیؒ نے فکر اور وجدان میں خط فاصل کھینچ دیا اور فکر کو محدود کر کے خارج کر دیا۔ غزالیؒ کہتے ہیں کہ عقل سے کچھ نظر نہیں آسکتا جو نظر آئے وہ قابل اعتبار نہیں وحی سے اور نبیؐ کے ذریعے جو علم پہنچتا ہے وہی اصل اور حقیقی علم ہے۔ لہٰذا قرآن وسنت اور اتباع شریعت کے بغیر معرفت ممکن ہی نہیں ہے۔ غزالیؒ کے یہاں وجدان وحی کے تابع ہے وہ لوگ جو وجدان کو وحی کے مقابل یا متوازی مقام دیتے ہیں۔ وہ گمراہ، جدیدیت پسند ہیں اور روایت کے منکر ہیں۔

''روایت کی بنیاد جس ماورائی تصور حقیقت پر ہے جدیدیت اسے نہیں مانتی، روایت خدا مرکز ہے اور جدیدیت انسان مرکز روایت اپنے جوہر کے اعتبار سے مقدس Sacred ہے اور جدیدیت سیکولر روایت کا نقطہ نظر مابعد الطبیعیاتی ہے اور جدیدیت کا طبیعیاتی روایت کے نزدیک صداقت اگر مستقل بالذات چیز نہیں تو اسے صداقت نہیں کہہ سکتے جب کہ جدیدیت میں صداقت کوئی مستقل بالذات چیز نہیں بلکہ عارضی اور اضافی چیز ہے''۔

وہ لوگ جو روایت کی اصل حقیقت اور تاریخ سے ناواقف ہیں بہت آرام سے یہ کہہ دیتے ہیں کہ جدیدیت کا بطلان اور نفی آسان ہے کہ مذہب کی لاٹھی ہمیشہ سے طاقت ور رہی ہے جب کہ تطبیق اور اجتہاد مشکل عمل ہے اس میں بیک وقت جدیدیت اور روایت کا اثبات مقصود ہوتا ہے اور روایت کی جدیدیت کی رو سے از سر نو تشریح چونکہ مشکل ترین کام ہے لہٰذا اس کا رد بہت آسان ہو جاتا ہے''۔

یہ لوگ جدیدیت کی اصلیت سے ناواقف ہیں اور انھیں یہ بھی معلوم نہیں کہ روایت سیل رواں کی طرح چلتی ہے وہ اجتہاد بھی کرتی ہے لیکن ایسا اجتہاد اور ایسی تطبیق جو تقلید کو ممکن بنا سکے۔ جدیدیت تقلید کا انکار ہے اور اس کی بنیاد الحاد مغرب ہے۔